Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

ایک ہنگامہ خیز شام پُرفسوں رات میں ڈھل چکی تھی۔ ہر جانب ایک گہری خاموشی طاری تھی۔ تھوڑے، تھوڑے وقفے سے کوئی ہلکی سی آہٹ ابھرتی بھی تھی تو لمحوں میں ہر طرف چھائے گہرے سناٹے میں گم ہوجاتی۔ رابعہ نفیس نے ایک گہری سانس لے کر اپنے تھکن سے چور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ انہیں ایسا لگا جیسے برسوں کا بوجھ ان کے وجود سے یکلخت رخصت ہوگیا ہو اور وہ ہلکی پھلکی ہو کر فضا میں تیر رہی ہیں۔ سالوں سے جو

ناولٹ

پھانس

ثریا انجم

www.urdupalace.com

گھٹن انہیں جکڑے ہوئے تھی وہ اب دور ہو چکی تھی اور انہیں اپنے پور، پور میں ایک آزادی کا احساس ہو رہا تھا۔ اپنی اس کیفیت پر وہ خود ہی مسکرا دیں۔ بستر کی چادر درست کر کے انہوں نے تکیہ جگہ پر رکھا اور جوڑے میں لپٹے گھنے بالوں سے پن نکال کر سائڈ ٹیبل پر رکھ دیے اور ایک بار پھر لمبی سانس لے کر آہستگی سے سر تکیے پر رکھ دیا اور طمانیت سے آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

''رابعہ بیگم نے بی اے کر لیا۔'' بظاہر یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی مگر چونکہ ان کے خاندان میں لڑکیوں کے تعلیم حاصل کرنے کا رواج بہت کم تھا لہٰذا ان کے بی اے کرنے کو بہت اہم جانا گیا..... شروع، شروع میں خاندان والوں نے اعتراض بھی کیا مگر وہ چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھیں تو ماں باپ اور بھائیوں کی لاڈلی بھی بہت تھیں لہٰذا میٹرک کرنے کے بعد جب انہوں نے پڑھنے کی ضد کی تو گھر والے ان کی ضد کے آگے ہار گئے اور انہوں نے گورنمنٹ کالج میں داخلہ لے لیا۔ صبح بڑے بھائی موٹر سائیکل پر کالج چھوڑ آتے اور واپسی پر چھوٹا بھائی لینے آجاتا۔ دادی نے کالج میں داخلے سے پہلے ہی شرط عائد کر دی تھی کہ جتنا چاہے پڑھے مگر امورِ خانہ داری کی تربیت بھی ساتھ، ساتھ ہونا لازمی ہے۔ اماں خود بھی ساس کے خیالات سے مکمل طور پر متفق تھیں لہٰذا کھانا پکانے سے لے کر کپڑوں کی سلائی، کڑھائی اور سوئٹر کی بنائی تک انہوں نے ہر کام میں رابعہ کو ماہر کر دیا تھا۔

گندمی رنگت، گھنی سیاہ پلکوں سے سجی براؤن آنکھیں، خوب صورت مسکراہٹ جو پل بھر میں سارے چہرے کو روشن کر دیتی اور دراز قامت کے ساتھ سلیقہ مندی..... اکیس برس کی عمر میں رابعہ ایک ایسے ترشتے ہوئے ہیرے کی مثال بن گئی تھیں جس کی جگمگاہٹ خاندان اور خاندان سے باہر کے لوگوں کو محسوس ہوئی تو کئی ہاتھ اس ہیرے کے حصول کے لیے آگے بڑھ آئے مگر قرعۂ فال نفیس احمد کے نام نکلا جو نہ تو غیر تھے نہ ہی قریبی عزیز بس دور پرے کی رشتے داری تھی۔ یوں یہ رشتہ انتہائی روایتی انداز میں طے پایا۔ دولھا اور دلہن کے والدین نے اپنے، اپنے طور پر لڑکا اور لڑکی کو پسند کرنے کے بعد ہامی بھر لی۔ تمام معاملات باہمی مشوروں کے بعد طے کیے گئے اور شادی کی تاریخ کا فیصلہ ہو گیا۔

☆☆☆

شادی کے قریب آتے دنوں میں اماں نے رابعہ کو وہی نصیحتیں کی تھیں جو شاید برسوں پہلے ان کی ماں نے انہیں کی ہوں گی اور جن کا حاصل کچھ یوں تھا کہ اب اسے ماں، باپ اور بھائیوں کی محبت کو بھلا کر دوسرے گھر جانا ہے اور وہی گھر اس کا اصل اور آخری گھر ہو گا جہاں اسے اپنی ذات کو تج کے وہاں اپنے رہنے والے ہر فرد کی خوشی کا خیال رکھنا ہو گا اور شوہر کی ہر بات پر اس طرح بغیر کوئی سوال کیے عمل کرنا ہو گا جیسے محکوم اپنے حاکم کے حکم پر کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ایک کامیاب اور عزت دار زندگی گزار سکے گی۔ رابعہ یہ ساری نصیحتیں بڑی سعادت مندی سے سنتی رہی۔ ان کی پہلے سے بیاہی سہیلیوں نے بھی ان سے کچھ دلفریب باتیں کی تھیں ایک ایسی خوب صورت دنیا کی سیر کروائی تھی جہاں صرف ان کی حکومت ہونی تھی، انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ نفیس احمد ان کی من موہنی صورت دیکھتے ہی ان کے دیوانے ہو جائیں گے۔ رابعہ کا وجود اُن کے لیے دنیا بھر میں سب سے زیادہ اہم ہو گا اور وہ اس کی ناز برداری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے، ان باتوں کو سن کر رابعہ نے سوچ رکھا تھا کہ جب نفیس احمد اس کو ایسی بے اندازہ محبت دیں گے تو بدلے میں وہ بھی وہ سب کچھ کر لیں گی جو بقول اماں کے ایک اچھی بیوی اور سعادت مند بہو کا فرض ہوتا ہے۔

☆☆☆

''دنیا میں میرے لیے اماں سے بڑھ کر نہ کوئی ہے اور نہ ہو گا۔ ان کو کوئی تکلیف پہنچے یا کوئی انہیں پریشان کرے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا اور مینو میں تو

www.urdupalace.com

میری جان ہے اس کی آنکھ میں آنسو آئیں یا اس کی دل شکنی ہو یہ مجھے کسی حال گوارا نہیں لہٰذا آپ میرا خیال رکھیں نہ رکھیں مگر اماں اور مینو کا بہت خیال رکھیے گا۔''

رسمی سلام اور منہ دکھائی کے کنگن پہنانے کے بعد نفیس احمد نے جو پہلی بات نئی نویلی دلہن سے کہی اسے سن کر اس کا خوشبوؤں اور رنگین خیالات میں ڈوبا وجود لمحہ بھر میں برف کا مجسمہ بن گیا۔ اس نے اپنی جھکی پلکیں اٹھا کر اس ہستی پر پہلی نظر ڈالی جس کے ساتھ اسے اپنی زندگی کی خوشیاں اور دکھ بانٹنے تھے اور جس کے بارے میں اس نے سن رکھا تھا کہ وہ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ، ساتھ انتہائی خوش اخلاق اور خوش مزاج بھی ہے مگر اس وقت تو ان کی بات سن کر رابعہ کے دل میں کانٹے سے اگ آئے تھے۔ دھنک کے سارے رنگ جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے اور آنے والی زندگی کسی صحرا کی طرح لگنے لگی تھی جس میں اسے تنہا رہتے ہوئے اِک سراب کے پیچھے بھاگتے رہنا تھا۔

''آپ خاموش کیوں ہیں، کچھ تو بولیں۔'' نفیس احمد کی بھاری آواز پر رابعہ نے ایک بار پھر نظریں اٹھائیں تو اُن کی گہری پُراشتیاق آنکھوں میں کچھ ایسا نظر آیا کہ گھبرا کر فوراً ہی نظروں کے ساتھ گردن بھی جھکالی۔ نفیس احمد دھیرے سے ہنسے اور اس کی کلائی میں پڑی چوڑیوں پر انگلی پھیرتے ہوئے مدھم آواز میں وہ سب کچھ کہنے لگے جس کو سننے کی آس دل میں لیے ہر لڑکی اپنے میکے کی دہلیز خوشی، خوشی پار کر لیتی ہے۔ نکاح کے دو بولوں کا فسوں جلد ہی رابعہ کی ہستی پر طاری ہو گیا اور کچھ دیر پہلے کی تلخی اس شیرینی میں گھل کر معدوم ہو گئی جو نفیس احمد اپنے محبت بھرے جملوں کے ذریعے اس کے کانوں میں انڈیل رہے تھے، اس نے اماں کی ہدایات کے مطابق نفیس احمد کو اپنا مجازی خدا مان لیا تھا۔

☆☆☆

علی احمد اور طاہرہ بیگم کے گھر پہلے بچے کے بعد آٹھ سال تک دوسری اولاد نہیں ہوئی تو نفیس احمد اتنے عرصے تک اکیلے ہی ماں باپ کی آنکھوں کا تارہ بنے رہے۔ علی احمد تو خیر سارا دن حصولِ روزگار کے لیے گھر سے باہر رہے مگر طاہرہ بیگم جی بھر کے اکلوتی اولاد پر اپنی محبت نچھاور کرتیں اسی لیے نفیس احمد بھی باپ کے مقابلے میں ماں سے زیادہ قریب ہو گئے۔ علی احمد اپنی تمام تر محبت کے باوجود اولاد کی تربیت کے معاملے میں ہر طرح کی سختی کو جائز سمجھتے تھے اور پھر انہیں یہ خوف بھی رہتا تھا کہ کہیں وہ ماں کی بے تحاشا محبت اور ناز برداریوں کی وجہ سے بگڑ نہ جائیں مگر نفیس احمد نے کبھی ماں کی محبت کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی باپ کی سختیوں نے انہیں بغاوت پر اکسایا اور جب آٹھ سال بعد ایک ننھی منی بہن آ گئی تو پڑھائی کے بعد ان کا سارا وقت چھوٹی بہن کے لاڈ اٹھانے میں گزرنے لگا۔ وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا اور وہ وقت آ گیا کہ جب طاہرہ بیگم نے بڑے چاؤ سے اپنے لاڈلے بیٹے کے لیے دلہن کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑانا شروع کر دیں مگر انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کئی لوگوں سے تعریفیں سننے کے بعد جب انہوں نے رابعہ کو دیکھا تو پہلی ہی نظر میں وہ انہیں اپنے بیٹے کے لیے پسند آ گئی۔

شادی کے بعد رابعہ کو میکے اور سسرال کے ماحول میں کسی خاص فرق کا سامنا نہیں کرنا پڑا، میکے میں اگر اماں، ابا نے اپنے سب بچوں کی انتہائی محبت سے پرورش کی تھی تو سسرال میں بھی چار افراد کا یہ گھرانا آپس میں اس طرح جڑا ہوا تھا کہ ایک دوسرے کے بغیر ایک پل بھی رہنا گوارا نہیں تھا۔ اس بات کا اندازہ رابعہ کو شادی کے چند دنوں کے بعد ہی ہو گیا تھا۔

علی احمد ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے کمرے تک محدود ہو گئے تھے صرف کھانے کے وقت سب کے ساتھ آ کر بیٹھتے۔ طاہرہ بیگم انتہائی خاموش طبیعت اور نرم مزاج خاتون تھیں اور وہ بغیر احساس دلائے گھر کے ہر فرد کے آرام اور ضرورتوں کا خیال رکھتیں۔ رابعہ کو انہوں نے بڑی چاہت سے بہو کا مان دیا مگر اس کا خیال بھی بالکل اسی طرح رکھتی تھیں جیسے وہ ان کی اپنی بیٹی ہو، ان کے اس اپنائیت کے اظہار نے بہت

www.urdupalace.com

تھوڑے عرصے میں رابعہ کے دل میں بھی محبت کا وہ احساس جگا دیا تھا جو برسوں ساتھ رہنے کے بعد پیدا ہوتا ہے..... کہنے کو تو اٹھارہ برس کی تھی مگر اس کے ہر انداز میں بچوں کی سی معصومیت اور سادگی تھی۔ وہ سارا دن رابعہ کے اردگرد ہی رہتی اور بھابی، بھابی کر کے اس کا دماغ کھالیتی مگر اس کا اتنا زیادہ بولنا رابعہ کو اچھا لگتا کیونکہ اگر وہ بھی نہ بولتی تو گھر میں مکمل خاموشی چھا جاتی اور رابعہ کے لیے وقت گزارنا مشکل ہو جاتا۔

نفیس احمد اپنے نام کی طرح انتہائی نفیس طبیعت کے مالک تھے، ان کی خوش مزاجی اور خوش گفتاری کسی انجان شخص کو بھی بہت جلد اپنا گرویدہ بنالیتی تو رابعہ تو خیر اُن کی بیوی تھی وہ کیسے نہ ان کی محبت میں گرفتار ہوتی جبکہ وہ خود بھی اپنی محبت اور چاہت کے اظہار میں کمی نہیں کرتے تھے مگر ان کا یہ والہانہ اظہار رابعہ کو ہمیشہ بے چین کر دیتا..... دل میں گڑی پھانس کی چبھن اچانک بیدار ہو جاتی اور بے اعتباری کا ناگ پھن پھیلا کر اپنی زہریلی پھنکاروں سے اس کے نرم و نازک جذبات کو جھلسا دیتا۔

☆☆☆

بیج تو بیج ہوتا ہے وہ رائی کے دانے کے برابر ہو یا آم کی گٹھلی جتنا..... چاہے محبت کا ہو یا کدورت کا جب زمین کے حوالے کیا جاتا ہے تو نمو پا کر ہی رہتا ہے۔ اب چاہے وہ بھربھری ریت ہو یا کسی نرم و نازک ہستی کا امنگوں بھرا دل..... اور ایک بار نمو پانے کے بعد اس کی جڑیں پھیلنے لگتی ہیں، گہرائی میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ پھر کوئی انہیں اکھاڑنا بھی چاہے تو ممکن نہیں ہوتا، اس صورت میں تو بالکل بھی نہیں جب وقتاً فوقتاً اس کی آبیاری بھی کی جا رہی ہو..... رابعہ کے دل میں شادی کی رات کدورت کے جس بیج نے جڑ پکڑی تھی وہ سسرال میں ملنے والی تمام تر آسودگی اور محبت کے باوجود اسے مضطرب کیے رکھتی۔

نفیس احمد اگر ماں کے تابعدار اور خدمت گزار تھے تو دوسری طرف اپنے سے بہت چھوٹی بہن پر پروانہ وار نثار تھے۔

وہ صبح آفس جانے سے پہلے سب سے آخر میں والدہ صاحبہ کی دعائیں لیتے اور واپس آ کر بھی پہلے ماں کے پاس جاتے کچھ دیر مینو سے چھیڑ چھاڑ کر کے پھر اپنے کمرے میں آتے، یہ وقت رابعہ کے لیے بہت کٹھن ہوتا، نہ وہ محبت کرنے والی بیوی کی طرح انہیں دروازے تک چھوڑنے جا سکتی تھی اور نہ شام کو سج سنور کر اُن کا استقبال کرنے کو اس کا دل چاہتا کیونکہ یہ خاص وقت تو طاہرہ بیگم اور مینو کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ ایسے میں اسے ان دونوں کا وجود بہت ناگوار گزرتا حالانکہ دن کا باقی حصہ اس نے انہی دونوں کے ساتھ بہت خوشگوار انداز میں گزارا ہوتا تھا۔ کھانا پکانے سے لے کر گھر کی صفائی تک ہر کام مل جل کر بھی کیے جاتے تھے جس کے درمیان مینو کی چڑیوں کی سی چہچہاتی آواز رابعہ کا دل لگائے رکھتی تھی مگر شام کو نفیس احمد کے گھر میں قدم رکھتے ہی جب وہ دن بھر کی روداد اپنے اسی معصوم اور شوخ انداز میں انہیں سناتی تو رابعہ کو وہی آواز اپنے کانوں میں سوئیوں کی طرح چبھتی ہوئی محسوس ہوتی اور جب نفیس احمد اپنے کمرے میں آ کر مسکراتی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھتے۔

''ہاں جناب اور کیا ہوتا رہا سارا دن؟'' تو اس کے لہجے میں برف گھل جاتی۔

''بتا تو دیا مینو نے آپ کو.....'' وہ گھر میں پہننے والے کپڑے انہیں تھما کر رخ پھیر لیتی۔

''وہ تو مینو نے بتایا ہے مگر ہم تو آپ سے سننا چاہتے ہیں۔'' وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے سے قریب کرنا چاہتے مگر وہ بڑی سہولت سے خود کو ان کی گرفت سے آزاد کر لیتی۔

''آپ منہ ہاتھ دھولیں، میں چائے لے کر آتی ہوں۔'' نفیس احمد سادہ دلی سے مسکرا کر رہ جاتے۔

اور یہ تو رابعہ کو اپنے ماں، باپ کے گھر سے ملنے والی تربیت کا اثر تھا اور کچھ وہ خود بھی نیک فطرت تھی اسی وجہ سے دل کی کڑھن کو اس نے کبھی ظاہر

www.urdupalace.com

نہیں ہونے دیا، نہ ہی اپنے کسی عمل اور رویے سے طاہرہ بیگم اور نفیس احمد کو شکایت کا موقع دیا جو گھر میں کسی بدمزگی کا سبب بنتا۔

☆☆☆

زندگی کے خوب صورت دن اسی کشمکش میں گزرتے جارہے تھے کہ ماں بننے کی نوید نے گھر بھر میں ایک خوشگوار سی ہلچل مچادی۔

علی احمد آتے جاتے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر خوشیوں کی دعا دیتے اور طاہرہ بیگم کا تو بس نہیں چلتا کہ اسے ہل کر پانی بھی نہ پینے دیں..... مینو اپنے لاابالی پن میں کئی ہفتوں تک اس خوشخبری سے لاعلم رہی مگر جیسے ہی اسے پتا چلا تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہا۔

''منا آئے گا تو میرے پاس سویا کرے گا۔'' وہ بڑے استحقاق سے کہتی۔

''اور اگر منی آگئی تو.....؟'' نفیس احمد ہنس کر بہن کے بال بگاڑ دیتے۔

''تو وہ بھی میرے ہی پاس رہے گی۔'' وہ اکڑ کر کہتی اور رابعہ دونوں بہن بھائی کا منہ دیکھ کر رہ جاتی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ مینو نے کہا تھا۔

نو مہینوں تک جو رابعہ کے وجود کا حصہ بنا رہا وہ دنیا میں آتے ہی اس سے یوں دور ہوگیا جیسے وہ اس کی جنم دینے والی ماں نہ ہو محض اس کی شکم پوری کے لیے رکھی گئی رضاعی ماں ہو۔

حذیفہ زیادہ تر طاہرہ بیگم کی نگرانی میں رہتا..... کب اس کی تیل مالش کرنی ہے، کب نہلانا ہے، کب تھپک تھپک کر سلانا ہے، یہ ساری ذمے داری طاہرہ بیگم نے اپنے سر لے لی تھی۔ رابعہ کا بھی وہ پہلے جیسا ہی خیال رکھتی تھیں۔ اسے قوت بخش غذائیں اپنے ہاتھ سے تیار کر کے اصرار کر کے کھلاتیں۔

''تمہیں نہیں پتا' بچے کی پیدائش کے بعد عورت بالکل کھوکھلی ہوجاتی ہے اور بچے کی پرورش کرنے کے لیے ماں کی اچھی صحت ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔''

''کون سی پرورش.....؟'' رابعہ کا دل چاہتا ان سے سوال کرے مگر اسے تو خاموش رہ کر گھٹتے رہنے کی عادت سی پڑ گئی تھی۔ حذیفہ جتنی دیر جاگتا رہتا' مینو اسے گود میں اٹھائے رکھتی..... کبھی اس کے ننھے ہاتھ چومتی کبھی اس کے پھولے، پھولے گالوں کو دھیرے سے چھو کر اسے ہنسانے کی کوشش کرتی۔

''یہ تو میرا گڈا ہے۔'' وہ خوشی سے سرشار ہو کر کہتی تو نفیس احمد محبت بھری نظروں سے بہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ اٹھتے۔

''میرا بھی یہی حال ہوا تھا جب ہمارے گھر اتنے سالوں بعد مینو آئی تھی اور اب دیکھ لو مینو بھی کس قدر خوش ہے' اس نے بھی زندگی میں پہلی بار اتنا چھوٹا بچہ دیکھا ہے۔''

''اور میں بھی تو زندگی میں پہلی بار ماں بنی ہوں۔'' رابعہ سوچ کر رہ جاتی مگر اس وقت اس کے دل میں ٹھنڈک سی پڑ جاتی جب حذیفہ روتے ہوئے کسی کے بہلائے سے نہ بہلتا مگر اس کی گود میں آتے ہی خاموش ہوجاتا۔

''ماں تو پھر ماں ہی ہوتی ہے۔'' طاہرہ بیگم کے کہنے پر اس کی آنکھوں میں نمی تیر جاتی اور ایک احساسِ تفاخر اس کے چہرے کو روشن کر دیتا۔

☆☆☆

حادثہ ہوجاتا ہے۔ حادثے سے دو چار ہونے والے یقین اور گمان کی کیفیت کے بیچ، بیچ پنڈولم کی طرح جھولتے رہ جاتے ہیں۔ جو کچھ جس طرح ہونا ہوتا ہے بالکل اسی طرح ہوتا ہے' بس انسان اگر اور مگر کے الجھاوے میں الجھ کر کبھی اپنے آپ کو مجرم ٹھہراتا ہے اور کبھی کسی اور کے سر الزام رکھ دیتا ہے۔

رابعہ پر بھی یہ تینوں کیفیتیں گزری تھیں۔۔۔۔ بے یقینی کے کرب سے نکل کر سنگین حقیقت کا سامنا کیا تو پچھتاوے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

''اگر اس روز ایسا نہ ہوا ہوتا..... نفیس احمد، مینو کی فرمائش پوری کرنے کے لیے گھر سے نہ نکلتے..... مگر

www.urdupalace.com

میں نے بھی تو انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی، میں تو بس اسی جھنجلاہٹ میں خاموش بیٹھی رہی کہ حالات خراب ہونے کے باوجود بہن کے منہ سے نکلی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے گھر سے باہر جانے کو تیار ہو گئے۔''

وہ گھنٹوں حذیفہ سے بے پروا اپنے آپ سے بیگانہ انہی خیالات سے لڑتی، آنسو خاموشی سے دوپٹے کے آنچل میں جذب ہوتے رہتے۔ پھر اللہ کی طرف سے صبر کی تھپکی آئی تو اس نے آنسو پونچھ کر گھر کے باقی لوگوں کی طرف دیکھا۔

علی احمد کے کندھے جھک گئے تھے، ضعیفی اور لاچاری کی تصویر بنے وہ سارا دن اپنے کمرے میں خاموش لیٹے رہتے۔ طاہرہ بیگم ہر وقت حذیفہ کو گود میں لیے رکھتیں۔ جیسے وہ ایک پل کے لیے بھی اُن سے دور ہوا تو ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گا۔ ان کی آنکھوں سے جھلکتا خوف دیکھنے والوں کا دل پگھلا دیتا۔

مینو نہ جانے کب مہناز فاطمہ بن گئی تھی۔ اپنی بڑی، بڑی آنکھوں میں بھرے آنسوؤں کو چھلکنے سے روکے وہ بڑی خاموشی سے گھر میں اِدھر سے اُدھر آتی جاتی نظر آتی۔ تعزیت کے لیے آنے والوں سے چائے پانی کا پوچھتی، طاہرہ بیگم کی گود سے حذیفہ کو غیر محسوس انداز میں اٹھا کر اپنے ساتھ لے جا کر دودھ پلا کر سلا دیتی اور کبھی بڑی خاموشی سے رابعہ کے پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھینچ لیتی اور جو رابعہ گھٹنوں پر سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتی تو فوراً ہی ابھی آئی کہہ کر اٹھ جاتی اور یہ مہناز فاطمہ ہی تھی جس نے نفیس احمد جیسے محبت کرنے والے بھائی کی اچانک موت کا صدمہ بڑی خاموشی سے اپنے اندر اتار لیا تھا اور ناز نخرے دکھانے والی لاڈلی بہن سے ذمے دار بیٹی کا روپ دھار کر سارے گھر کی دیکھ بھال میں لگ گئی تھی۔

☆☆☆

موت ایک اٹل حقیقت ہے جسے انسان ہر حال میں قبول کر لیتا ہے مگر زندگی میں کچھ ایسی سچائیاں ہوتی ہیں جن کو مان لینا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ رابعہ کے چاروں بھائی یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ صرف چار سال کی شادی شدہ زندگی کے بعد اُن کی عزیز از جان بہن اپنی باقی ساری عمر بیوگی کی بے رنگ چادر اوڑھ کر بسر کرے اور علی احمد اور طاہرہ بیگم کے لیے اس حقیقت کو تسلیم کر لینا مشکل تھا کہ ان کے اکلوتے بیٹے کی واحد نشانی ان کی نظروں سے دور ہو جائے گی۔

ویسے تو تینوں شادی شدہ بھائیوں میں سے کوئی نہ کوئی تیسرے چوتھے روز آتے ہی رہتے تھے مگر اس دن بڑے بھیا اور بھابی آئے تو ان کا رویہ کچھ مختلف تھا۔ رابعہ نے دیکھا کہ طاہرہ بیگم بھی کچھ بے چین سی ہو گئی تھیں۔ وہ ابھی اسی اُلجھن میں تھی کہ اچانک بھابی نے ہلکے گلابی رنگ کا دوپٹا نکال کر اس کے سر پر اوڑھا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر سونے کی دو چوڑیاں اس کی کلائی میں ڈال دیں۔ رابعہ نے حیرت اور ناگواری سے اُن کی طرف دیکھا اور ایک جھٹکے سے رنگین دوپٹا اپنے سر سے نوچ کر پھینک دیا۔

''بھابی آپ کو پتا ہے.....'' وہ بہ مشکل اتنا ہی کہہ سکی، اس کی آواز گھٹ کر رہ گئی اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''ہاں میری جان مجھے سب پتا ہے مگر ساری زندگی تو تمہیں یہ سفید کپڑے نہیں پہننے..... آج تمہاری عدت کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اور اب تم پوری طرح سے آزاد ہو کہ جس رنگ کے چاہے کپڑے پہنو..... جہاں چاہے آؤ جاؤ اور اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرو.....'' پتا نہیں بھابی کیا کہہ رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی کہ وقت کا حساب رکھنے کا خیال تو اسے کبھی نہیں آیا بلکہ وقت تو گزرتا ہی نہیں تھا۔ دن آگ کی طرح جلتے تھے، راتیں کانٹوں کی طرح چبھتی تھیں پھر یہ چار مہینے دس دن کیسے گزر گئے..... آنسو بھری آنکھیں اپنے سفید دوپٹے سے رگڑ کر اس نے طاہرہ بیگم کی طرف دیکھا جنہوں نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

''خالہ جان میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔'' بڑی بھابی نے جواب طلب نظروں سے طاہرہ بیگم کی طرف

www.urdupalace.com

دیکھا تو وہ بے بسی سے سر ہلا کر رہ گئیں۔

''اماں خود آتیں مگر ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو انہوں نے ہمیں بھیجا ہے کہ ہم رابعہ کو اپنے ساتھ لے آئیں۔'' ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرنے والی بھابی کا انداز آج بالکل بدلا ہوا تھا۔

''میں کیسے جا سکتی ہوں۔'' رابعہ کبھی طاہرہ بیگم کی طرف دیکھتی اور کبھی بڑی بھابی کی طرف..... مینو پتا نہیں کب آ کر اس کے برابر میں بیٹھ گئی تھی اور اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

''بیٹا کچھ دنوں کے لیے چلی جاؤ..... یہی رسم ہے، عدت کے بعد پیر بدلنے کے لیے میکے جاتے ہیں۔'' آخر طاہرہ بیگم کو کہنا ہی پڑا۔ بڑی بھابی نے اطمینان بھری سانس لے کر بڑے بھیا کی طرف دیکھا۔

''چلو بھئی اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔'' بڑے بھیا کھڑے ہو گئے۔

''بھابی آپ جلدی واپس آئیں گی ناں.....؟'' مینو اس سے بے ساختہ لپٹ کر رونے لگی۔

''ہاں، ہاں آ جائیں گی تم پریشان نہ ہو۔'' بڑی بھابی نے آہستگی سے اسے رابعہ سے الگ کیا اور اسے اپنے ساتھ لیے دروازے کی طرف بڑھیں۔ طاہرہ بیگم نے بھی اٹھنے کی کوشش کی پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

راستے میں گزرتے ہوئے مناظر کو خالی، خالی نظروں سے دیکھتی وہ سوچ رہی تھی کہ آخری بار وہ کب گھر سے نکلی تھی۔ نفیس احمد کے ساتھ حذیفہ کے سردیوں کے کپڑے خریدنے کے لیے۔ دل نے چپکے سے یاد دلایا اور بے ساختہ نکلنے والی سسکی کو اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر روکا۔ بھابی نے اس کی حالت کو سمجھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ گھر پہنچ کر وہ ایسے بلک، بلک کر روئی کہ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

''خدا کے لیے رابعہ کچھ اماں کا ہی خیال کر لو، ان کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں۔'' بڑے بھیا کے کہنے پر اس نے بہ مشکل خود پر قابو پاتے ہوئے اماں کی طرف دیکھا جن کا جسم ہولے، ہولے لرز رہا تھا اور آنکھوں سے خاموش آنسو بہہ رہے تھے۔ آنچل سے آنسو خشک کر کے اس نے پانی کا گلاس تھام لیا جو چھوٹی بھابی کب سے اسے پلانا چاہ رہی تھیں۔

تینوں بھائی، بھابیاں ان کے بچے اور چھوٹے بھیا سب اس کی وجہ سے پریشان تھے اور اماں تو اتنے دنوں میں آدھی رہ گئی تھیں۔ ان سب کی خاطر اسے اپنے آپ پر جبر کرنا پڑا۔ وہ سب بھی اپنے، اپنے انداز میں اس کی دلجوئی میں لگے رہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ سمجھانے کی کوشش بھی کر رہے تھے کہ اب اسے اپنے لیے ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے۔ اس کی عدم دلچسپی کو واضح طور پر محسوس کر کے بھی وہ اسے قائل کرنا چاہ رہے تھے اور ان کی اپنے لیے فکر اور محبت اسے اپنے دل پر بھاری بوجھ کی طرح لگ رہی تھی جسے وہ نہ ہٹا سکتی تھی اور نہ ہی سہہ پا رہی تھی۔ اپنے گھر والوں کی جلد بازی اسے حیران بھی کر رہی تھی۔ آخر وہ یہ کیوں چاہتے تھے کہ وہ اتنے تھوڑے وقت میں اپنی زندگی کے سب سے بڑے سانحے کو فراموش کر کے نارمل انداز میں جینا شروع کر دے۔

بڑی بھابی کو اس کی حالت کا اندازہ تھا اسی لیے وہ اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہو گئیں۔

''چلو رابعہ اب تم آرام کرو۔'' وہ اسے کمرے میں پہنچا کر پلٹنے لگیں تو اس نے انہیں روک لیا۔

''بھابی کیا یہ سب کرنا اتنا آسان ہے؟'' بے بسی سے سوال کرتے اس کی آنکھیں ایک بار پھر چھلکنے کو تیار ہو گئیں۔

''نہیں بالکل نہیں، کسی بھی کیفیت کو زیادہ دنوں تک اپنے اوپر طاری رکھنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا، تمہیں بھی اس صدمے سے نکل کر کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے ورنہ وقت گزر جائے تو تبدیلی کو قبول کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔'' وہ بہت دھیمے انداز میں اسے سمجھا رہی تھیں اور رابعہ ناسمجھی سے اُن کا منہ تک رہی تھی۔

www.urdupalace.com

''اچھا اب تم حذیفہ کو سلا کر خود بھی سونے کی کوشش کرو..... باقی باتیں کل ہوں گی۔'' وہ آہستگی سے دروازہ بند کر کے چلی گئیں۔ حذیفہ نیند میں تھا ذرا سا تھپکنے سے ہی سو گیا..... مگر خود اس کی آنکھوں سے نیند کا رشتہ تو جیسے ٹوٹ گیا تھا۔ حذیفہ کے سونے کے بعد وہ کچھ دیر یونہی ساکت لیٹی رہی پھر کہنی کے بل اٹھ کر اس کے معصوم چہرے پر نظریں جما دیں۔ تین سال کی عمر میں اس کے نقش اس قدر واضح تھے کہ کوئی انجان شخص جس نے نفیس احمد کو دیکھا ہو وہ پورے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ حذیفہ، نفیس احمد کا بیٹا ہے، اس کے نرم بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے رابعہ نے بلا ارادہ ہی ایک گہری سانس لی اور دوبارہ تکیے پر سر ٹیک کر نظریں چھت پر گاڑ دیں۔ پتا نہیں کب چھت کی سفیدی سینما کی اسکرین میں ڈھل گئی اور گزرے ماہ و سال کسی فلم کی طرح اس کی نظروں کے سامنے سے گزرنے لگے..... ''اچھا ہی ہوا جو میں بھیا، بھابی کے ساتھ چلی آئی، یہاں کم از کم مجھے تنہائی میسر آئی۔ وہاں تو مینو سائے کی طرح میرے ساتھ رہتی تھی اور مجھے روتا دیکھ کر خود اس قدر ضبط کرتی تھی کہ اپنا آپ مجرم لگنے لگتا تھا۔'' آنکھوں سے رستے آنسو آہستہ، آہستہ تکیہ بھگونے لگے۔ زندگی کبھی یہ رخ بھی اختیار کرے گی یہ تو سوچا ہی نہیں تھا۔ چار سال جن کو پورا ہونے میں بھی چند ہفتے باقی تھے نہ جانے کیسے گزر گئے۔ وقت بھی حالات کا تابع ہوتا ہے کبھی لمحوں میں ہاتھ سے پھسل جاتا ہے اور کبھی لمحے، گھنٹوں اور گھنٹے، دنوں کی طرح گزرتے ہیں اور وقت کاٹے نہیں کٹتا..... رات کے سناٹے میں تنہائی کے کرب سے بوجھل دل کے ساتھ رابعہ کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے ان چار سالوں کو کیا عنوان دے۔

''ایک مکمل زیاں.....'' اپنے اندر سے اٹھنے والی آواز اس کے پورے وجود کو جھنجوڑ گئی۔ شدتِ کرب سے آنکھیں بند کر کے اس نے اپنے آپ کو ان یادوں کے حوالے کر دیا جنہیں اب بس یاد ہی رہنا تھا..... ایسی خوب صورت یادیں جن کے حسن کو اس نے خود اپنی کم عقلی سے زندگی بھر کے پچھتاوے میں بدل دیا تھا اور اب نہ وہ خوشیوں اور چاہت بھرا وقت لوٹ کر آ سکتا تھا نہ ہی وہ پیارا شخص جس کی بے لوث محبت کو اس نے ہمیشہ شک اور شبہ کے ترازو میں رکھا اور وزن اپنی مرضی کے پلڑے میں ڈال کر کبھی پورے طور پر خوشگوار ازدواجی زندگی کا سکھ نہ حاصل کر سکی۔

''ربو تمہاری محبت نے میری زندگی کو ایسا خوب صورت احساس دیا کہ مجھے لگتا ہے کہ میں جواب تک ادھورا تھا تمہیں پا کر مکمل ہو گیا ہوں۔'' نفیس احمد کا جذبوں سے چور لہجہ اسے سرشار کر دیتا مگر صرف چند لمحوں کے لیے پھر وہی بے حسی اس کے دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی اور نفیس احمد اس کے گریز کو بھی اس کی سادگی سمجھ لیتے۔

زندگی کے خوب صورت ترین شب و روز بس ایسے ہی گزر گئے کہ نہ کبھی نفیس احمد کی محبت پر اعتبار کیا اور نہ ہی اپنے عشق کی حدوں کو چھوتے جذبوں کو اظہار کا رستہ دے سکی۔ ایک ان دیکھی دیوار جو نفیس احمد کے ایک جملے کی وجہ سے ان کے درمیان حائل ہوئی تھی، وہ اسی طرح قائم رہی..... وہ اپنے آپ کو ایسی آگ میں جلاتی رہی جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔

اور اب کیا تھا، اب نہ کوئی شکوہ تھا نہ کوئی دیوار..... ایک زندگی کے ختم ہونے سے سب کچھ ختم ہو گیا۔ دل سے لپٹا کدورتوں کا میل آنسوؤں نے دھو ڈالا اور سب کچھ شفاف آئینے کی طرح سامنے آ گیا۔

نفیس احمد نے محبتوں میں کبھی کوئی حساب نہیں رکھا تھا کہ ہر کسی کو صرف اس کے حصے کی محبت دیتے، ان کی محبت تو اپنے آپ سے وابستہ ہر رشتے کے لیے کسی بے کراں سمندر کی طرح تھی، یہ تو رابعہ کی کم فہمی تھی کہ وہ سمجھ ہی نہیں سکی اور اپنے دل میں پڑنے والی گرہ کو ہر گزرتے دن کے ساتھ مضبوط کرتی چلی گئی۔

کہیں دور سے فجر کی اذان کی پُرکیف آواز ہوا کے ساتھ سفر کرتی اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے

www.urdupalace.com

اپنے کئی گھنٹوں سے ساکت پڑے وجود کو حرکت دینے کی کوشش کی، اذان کی آواز جیسے کوئی غیبی اشارہ تھا نہ صرف ایک نئے دن کے آغاز کا بلکہ زندگی کو ایک نئے ڈھنگ سے جینے کی شروعات کا بھی۔

نماز پڑھ کر وہ دیر تک اپنے لیے استقامت کی دعا مانگتی رہی اور جب دل مطمئن ہو گیا تو ایک بار پھر حذیفہ کے برابر میں لیٹ گئی۔ کمرے میں روشنی دھیرے، دھیرے بڑھ رہی تھی اور اسی رفتار سے کمرے میں رکھی ہر چیز نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ رابعہ کو بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ رنگ و روغن سے لے کر فرنیچر اور پردوں تک ہر چیز نئی تھی، دیوار کے ساتھ رکھے خوب صورت سے ریک میں ڈھیروں کھلونے سجے ہوئے تھے، بڑی بھابی جس فیصلے اور تبدیلی کی بات کر رہی تھیں وہ اب کچھ، کچھ اس کی سمجھ میں آنے لگا تھا۔

☆☆☆

صبح خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی۔ چاروں بھائی یک زبان ہو کر رابعہ سے مستقل طور پر یہیں رہ جانے کے لیے کہہ رہے تھے اور تینوں بھابیاں بھی ان کی ہم نوا تھیں۔ ایک اماں تھیں جو چپ چاپ سب کا منہ تک رہی تھیں، ویسے بھی ابا کے مرنے کے بعد وہ بہت خاموش رہنے لگی تھیں اور اب جوان اور اکلوتی بیٹی کی بیوگی کے غم نے تو جیسے ان کے جسم سے روح کھینچ لی تھی۔

''میں اماں اور ابا کو اکیلا چھوڑ کر یہاں کیسے رہ سکتی ہوں، وہ اب میری ذمّے داری ہیں۔'' جب دونوں بڑے بھائی اور بھابی اسے ہر طرح سے سمجھانے کے بعد اپنے طور پر یقین کر چکے تھے کہ ان کی دلیلوں اور محبت بھرے اصرار کے بعد رابعہ ان کا کہا مان چکی ہے اور اتنی دیر کی خاموشی کا مطلب دراصل اس کی رضامندی ہے تو اس نے انتہائی ٹھوس لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

کمرے میں مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔ سب ایک دوسرے کی طرف ایسے دیکھ رہے تھے جیسے ان کے پاس الفاظ ختم ہو گئے ہوں۔

''تمہیں ابھی اندازہ نہیں کہ تم کس قدر غلط فیصلہ کر رہی ہو، وہ جس کی ذمّے داری تھے وہ اس دنیا سے جا چکا اور تمہارے سامنے ابھی ایک لمبی عمر پڑی ہے، آج نہیں تو کل مہناز کی شادی ہو جائے گی تو تم اکیلے ان دو بوڑھے لوگوں کو سنبھال لو گی۔'' آخر بڑے بھیا نے ہی بولنے میں پہل کی۔

''میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں بڑے بھیا، مہناز کی شادی کے بعد کون ان کا خیال رکھے گا اور آپ یہ بھی تو سوچیں کہ انہوں نے اپنا اکلوتا بیٹا کھویا ہے تو کیا میں ان کو اس نشانی سے بھی دور کر دوں جو اُن کا بیٹا چھوڑ کر گیا ہے۔'' رابعہ نے آنکھوں میں آئی نمی کو پلکیں جھپک کر باہر آنے سے روکا۔ بڑے بھیا کا چہرہ غصہ ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ ہو گیا اور..... اب جب وہ بولے تو اُن کی آواز خاصی بلند تھی۔

''تم سب کا خیال رکھو گی یہ بھی یہ سوچا کہ تمہارا خیال کون رکھے گا؟''

''آپ.....!'' جس قدر ان کی آواز بلند ہوئی اسی قدر نرمی سے رابعہ نے جواب دیا۔ ''میں یہاں رہوں یا وہاں میرا خیال تو آپ کو ہی رکھنا ہے، آپ کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے کہ میں کہاں رہتی ہوں مگر اس کٹھن وقت میں اگر میں نے انہیں تنہا چھوڑ دیا تو ان دونوں کو بہت فرق پڑے گا، بڑے بھیا آپ سب بھائیوں، بھابیوں کی محبت اور دادی اور اماں کی تربیت نے مجھے یہی سکھایا ہے کہ وقت بدلنے سے رشتے نہیں بدل جاتے۔ اس گھر سے جاتے وقت اماں نے یہی نصیحت تو کی تھی کہ میرا رشتہ صرف ایک ہستی سے نہیں جڑ رہا بلکہ اس سے وابستہ ہر رشتے سے قائم ہو رہا ہے تو اب اس ہستی کے چلے جانے سے کیا میں باقی سب سے ناتا توڑ لوں؟ جبکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ حذیفہ کی وجہ سے یہ سارے رشتے ہمیشہ اسی طرح قائم رہیں گے، آپ لوگ میرے لیے پریشان ہونے کے بجائے میرا حوصلہ بڑھائیں اور دعا کریں کہ میں پورے خلوص سے اس ذمّے داری کو نباہ سکوں جو نفیس میرے لیے چھوڑ گئے

www.urdupalace.com

ہیں۔'' رابعہ کے لہجے میں کچھ ایسی سچائی تھی کہ اس کی باتوں سے متفق نہ ہوتے ہوئے بھی وہ سب کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے۔

''اچھا ابھی تو تم کچھ روز یہاں رہو پھر سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے.....'' ہمیشہ کی طرح بڑی بھابی نے بات کو سمیٹا۔

''نہیں، میں کل واپس جارہی ہوں۔ اماں، ابا سے زیادہ مینو کو اس وقت میری ضرورت ہے۔'' رابعہ سارے فیصلے کرچکی تھی۔

☆☆☆

اس کے بعد کے چند ماہ زندگی ایک مسلسل امتحان کی طرح گزری۔

ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی اسے سمجھانے بیٹھ جاتا تھا کہ اکیلے زندگی بسر کرنا کس قدر دشوار ہے، خاص طور سے اس کم عمری میں خوشیوں سے منہ موڑنا کفرانِ نعمت کے برابر ہے۔ وہ بڑی خاموشی سے سب کی باتیں سن لیتی تھی مگر جب علی احمد نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بوجھل آواز میں یہی بات کہی تو وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی اور اتنے دنوں سے روکے ہوئے آنسو پوری شدت سے بہہ نکلے۔

''تم میری بہو تھیں مگر نفیس احمد کے جانے کے بعد تم میری بیٹی ہو اور میں تمہارے لیے اتنا ہی فکرمند ہوں جتنا مینو کے لیے ہوسکتا ہوں، میں یہ کیسے برداشت کرسکتا ہوں کہ تم اپنی پوری زندگی محض ایک نام کے سہارے گزار دو..... زندہ رہنے کے لیے خوشی اور راحت کا ہونا بھی ضروری ہے اور یہاں رہ کر نہ تمہیں خوشی ملے گی نہ ہی راحت..... میں تمہیں اس گھر سے چلے جانے کو نہیں کہہ رہا..... یہ گھر تمہارا ہے، تم جتنے دن چاہے یہاں رہو مگر ہمیشہ رہنے کے لیے تمہیں ایک نئے گھر کے بارے میں سوچنا ہوگا جہاں تمہیں خوشیاں اور سکون ملے نہ کہ ذمّے داریاں اور مشکلیں.....'' وہ خاموش ہوگئے، اس کے سر پر رکھا ان کا ہاتھ کانپ رہا تھا، رابعہ نے ان کا نپتا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

''ابا آپ لوگوں کے ساتھ رہنا میری خوشی ہے اور آپ کی اور اماں کی خدمت کرنا میرے لیے سب سے بڑی راحت، آپ کو جو کہنا تھا آپ نے کہہ دیا مگر آج کے بعد ایسی کوئی بات نہ کہیے گا ہاں اگر میں کبھی تھکنے لگی تو سب سے پہلے آپ کو بتاؤں گی۔'' علی احمد ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے اور طاہرہ بیگم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہہ نکلی۔ نفیس احمد کے آفس سے جو رقم ملی تھی وہ اسی روز علی احمد نے حذیفہ کے نام سے جمع کروادی۔ گھر کے اخراجات کے لیے ان کی پنشن بہت تھوڑی پڑتی تھی مگر کسی نہ کسی طور گزارہ ہورہا تھا۔

بڑے بھیا بھی ہر ہفتے دس دن بعد ڈھیروں سامان لے کر آجاتے، رابعہ کبھی منع کرتی اور کبھی خاموشی سے رکھ لیتی۔ پھر پڑوس میں رہنے والی بلقیس باجی نے اس سے کہا کہ اگر وہ چاہے تو وہ اسے اپنے اسکول میں نوکری دلواسکتی ہیں، رابعہ تو فوراً راضی ہوگئی مگر گھر والوں کی طرف سے ایک بار پھر شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر اس نے اس مرتبہ بھی ہمت نہیں ہاری اور اسے بڑی آسانی سے گورنمنٹ اسکول کے پرائمری سیکشن میں جاب مل گئی۔ حذیفہ تو یوں بھی سارا دن طاہرہ بیگم اور مینو کے پاس رہنے کا عادی تھا لہٰذا اس کی طرف سے رابعہ کو پورا اطمینان تھا کہ وہ اس کے بغیر بھی رہ لے گا۔ روزمرہ کے معمولات میں ایک ٹھہراؤ آگیا اور زندگی کڑے امتحانوں سے گزرنے کے بعد ایک سیدھے راستے پر آہی گئی۔

☆☆☆

''مسز رابعہ نفیس۔'' اسکول میں جاب کرنے سے پہلے اس کے نام کے ساتھ نفیس احمد کا نام کبھی اس طرح نہیں لیا گیا تھا۔ جب پہلی بار اسے رابعہ نفیس کہہ کر پکارا گیا تو کچھ لمحوں کے لیے اس کا سارا وجود جیسے سن ہوگیا اور وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہی۔ کبھی ایسا بھی ہوگا یہ اس نے کب سوچا تھا۔ وہ شخص جو ہمیشہ اسے اپنے آپ سے بہت دور لگا کرتا تھا محض اس رشتے

www.urdupalace.com

سے کہ وہ کئی رشتوں میں بٹا ہوا تھا جس کی محبت اسے اپنے لیے کم اور دوسروں کے لیے زیادہ لگتی تھی اب اس سے ہمیشہ کے لیے بہت دور جا کر اس کے اتنے قریب آ گیا تھا کہ اس کے نام کے بغیر اس کی ذات ہی نہیں اس کی شناخت بھی ادھوری تھی۔

''رابعہ نفیس۔'' رات کی تنہائی میں وہ اپنے آپ کو اس نام سے پکارتی، ہونٹ بے بسی سے مسکراتے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ ایسے میں ایک ہلکی سی سرگوشی گئے دنوں کی یادیں لے کر اسے بہلانے آ جاتی۔

''اور جناب کیا ہوتا رہا سارا دن.....؟'' اور وہ اپنے سارے دن کی مصروفیت لب ہلائے بغیر بتاتی چلی جاتی یہاں تک کہ نیند کی مہربان بانہیں اسے سمیٹ لیتیں..... اور پھر یہ خود کلامی جیسے اس کی عادت بن گئی..... سونے سے پہلے وہ دن بھر میں ہونے والی ہر چھوٹی بڑی بات نفیس احمد کو بتاتی اور یہ اس کے تخیل کی کرشمہ سازی تھی یا بیتے دنوں میں اپنے ہاتھوں سے کھوئے.... خوب صورت لمحوں کا دکھ اور ان دنوں کو واپس پا لینے کی آرزو کہ کبھی، کبھی اسے لگتا جیسے نفیس احمد اس کے آس پاس ہی کہیں موجود ہیں اور کبھی ہلکا سا ہنکارا، کبھی کوئی چھوٹا سا سوال کر کے اس کو یہ احساس دلا رہے ہوں کہ اگر وہ کچھ کہہ رہی ہے تو وہ سن بھی رہے ہیں جو بھی تھا مگر یہ ہوا کہ اس کی بے قراری کو قرار آتا چلا گیا۔

☆☆☆

''رابعہ بیٹا!'' دودھ کا گلاس علی احمد کے سرہانے رکھ کر وہ واپس مڑی تھی کہ دھیمی آواز نے اس کے قدم روک لیے، سر سے پھسلتے دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے وہ واپس پلٹی۔

''جی ابا.....!''

''بیٹا ذرا سی دیر کے لیے میرے پاس بیٹھو.....'' ان کے لہجے میں ایک التجا سی تھی وہ خاموشی سے ان کے بیڈ کے نزدیک رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''رابعہ بیٹا جس طرح تم اس گھر کی ذمے داری کا بوجھ اٹھا رہی ہو اس کے بعد تم سے مزید کچھ مانگنے کی ہمت تو نہیں مگر وقت اور حالات کے تحت میں تم سے ایک وعدہ ضرور لینا چاہتا ہوں حالانکہ اس کی ضرورت نہیں ہے مگر محض اپنی تسلی کے لیے میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔'' ان کے انداز میں ایسی بیچارگی تھی کہ رابعہ بے چین ہو گئی۔

''ابا آپ جو بھی کہنا چاہتے ہیں کہیں اور میں جو کچھ کر رہی ہوں اپنے گھر کے لیے کر رہی ہوں، اس کا تذکرہ کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں۔''

''بس تم مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ میرے بعد مینو کا ہر طرح سے خیال رکھو گی اور کوشش کر کے کسی اچھی جگہ اس کی شادی کروا دو گی۔'' علی احمد بھرائی ہوئی آواز میں بولے تو وہ تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔

''ابا خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں، آپ کو نہیں پتا آپ ہی کے سہارے ہم سب نے اتنا بڑا صدمہ جھیلا ہے۔ اللہ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔''

''بیٹا ہمیشہ تو کوئی بھی نہیں رہ سکتا جب نفیس احمد جیسا جوان چلا گیا تو مجھ بوڑھے کا کیا اعتبار..... آج ہوں کل نہ رہوں، بس تم مجھ سے وعدہ کر لو تا کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔''

''میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں مینو کا حذیفہ سے زیادہ خیال رکھوں گی، بس اب آئندہ ایسی بات نہ کیجیے گا۔'' وہ جلدی، جلدی اپنی بات مکمل کر کے آنکھوں میں آنسو چھپاتی اُن کے کمرے سے باہر آ گئی۔

کھلتی ہوئی سفید رنگت، بڑی، بڑی بے ریا آنکھیں، چھوٹی سی ناک اور بھرے، بھرے لب مینو بلاشبہ خوب صورت کہلائے جانے کے قابل تھی مگر طاہرہ بیگم کی طرح فربہ مائل جسامت ایک ایسی خامی تھی جو اسے دیکھنے آنے والوں کے لیے قابلِ قبول نہیں تھی اسی لیے کئی بار لوگ آتے مگر پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا۔

طاہرہ بیگم تو یوں بھی خاموش طبیعت تھیں اور اب بیٹے کے غم نے تو انہیں جیسے پتھر کر دیا تھا، پتا نہیں انہیں بھی مینو کی اتنی ہی فکر تھی یا اُن کے دل کی ہر خواہش نفیس

www.urdupalace.com

احمد کے ساتھ دفن ہوگئی تھی مگر علی احمد نے جس حقیقت کا احساس دلایا تھا اس کے خیال نے رابعہ کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا..... اپنے کمرے میں آکر وہ بہت دیر تک گم صم سی بیٹھی رہی، دل میں شرمندگی کا احساس بھی کروٹیں لینے لگا کہ اب سے پہلے خود اسے یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ مینو کی شادی کرنا بھی اس کی ذمے داریوں میں سے ایک ہے۔ کھڑکی سے نظر آتے آسمان پر ڈھلتے چاند کی چاندنی کا غبار پھیلا ہوا تھا اور وہ سوچوں کے بنتے بگڑتے دائروں میں الجھی دھیرے، دھیرے نیند کی وادیوں میں اترتی جارہی تھی مگر نیند گہری ہونے سے پہلے دل میں پختہ ارادہ کرچکی تھی کل اسکول جاتے ہی اپنی کولیگز سے مینو کے رشتے کے لیے بات ضرور کرے گی۔

اگلی صبح اور اس کے بعد آنے والے بہت سے دنوں نے اسے سمجھا دیا کہ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لوگوں کی پسند پر پورا اترنے کے لیے ان کے اپنے بنائے ہوئے سانچے میں ڈھل کر نکلنا پڑتا ہے اور ہر شخص کا سانچہ اس کی اپنی سوچ اور ظرف کے مطابق ہوتا ہے، کہیں کچھ زیادہ ہوتا ہے تو کہیں کوئی کمی رہ جاتی ہے۔

رابعہ نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمت نہیں ہارے گی مگر علی احمد کی آنکھوں کی مدھم پڑتی لو اسے اپنے آپ سے بھی نظریں چرانے پر مجبور کردیتی تھی اور وقت تو جیسے ہاتھوں سے پھسلتا جارہا تھا۔

☆☆☆

تقریباً دو ماہ بعد وہ گھر گئی تو بڑی بھابی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''ایسا لگتا ہے جیسے ہم سے تو تمہارا کوئی رشتہ ہی نہیں۔ کئی، کئی مہینے شکل دکھانے کی توفیق نہیں ہوتی، ہم جا کر مل آئیں تو ملوگی ورنہ تمہارے آسرے پر رہیں تو کبھی کبھار ملنے سے بھی گئے۔'' رابعہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کا شکوہ سنتی رہی پھر اٹھ کر ان کے قریب جا بیٹھی۔

''بھابی آپ کو پتا تو ہے کہ میرا آدھے سے زیادہ دن تو اسکول میں گزر جاتا ہے پھر گھر آنے کے بعد کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے حالانکہ سب کچھ تو مینو کرلیتی ہے مگر پھر بھی یہ تو نہیں ہوسکتا کہ میں آرام سے بیٹھ جاؤں یا کہیں گھومنے پھرنے نکل جاؤں۔''

''اپنی بوڑھی اور بیمار ماں سے ملنے آنا گھومنا پھرنا کہلاتا ہے۔'' بڑی بھابی کو اس طرح کہنا بالکل اچھا نہیں لگا۔

''اچھا اب ناراض نہ ہوں، میرا وعدہ ہے آئندہ جلدی آنے کی کوشش کروں گی۔ اب آپ مجھے ذرا یہ بتائیں کہ اتنی تھکی ہوئی اور بیزار کیوں لگ رہی ہیں؟'' وہ نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی تو وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

''بھئی چھوٹے میاں کی دلہن کی تلاش میں گھر، گھر جھانکتے، جھانکتے میں واقعی تھک گئی ہوں کوئی ڈھنگ کی لڑکی ملتی ہی نہیں۔''

''ہمارے گھر تو آپ نے ایک بار بھی نہیں جھانکا۔'' رابعہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ یہ بات کہہ کر خود ہی چور سی ہوگئی۔ بڑی بھابی کچھ دیر حیرت سے منہ کھولے اس کی طرف دیکھتی رہیں پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

''کیا تم واقعی ایسا چاہتی ہو؟ مگر وہ تو.....'' انہوں نے تذبذب کی کیفیت میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''ہاں وہ ذرا سی موٹی ہے مگر لوگوں کو بہت موٹی لگتی ہے اور موٹا ہونا تو ایک ایسی خرابی ہے جس کی وجہ سے اس کی ساری خوبیاں بہت پیچھے رہ گئی ہیں۔ وہ ایک شریف خاندان کی نیک فطرت لڑکی ہے، اس کی خوب صورتی، اس کی سلیقہ مندی، اس کی سادگی کسی کو نظر نہیں آتی، نظر آتا ہے تو بس اس کا موٹاپا.....'' کئی مہینوں کے دبے ہوئے غصے اور بے بسی کو جیسے زبان مل گئی اور رابعہ، بڑی بھابی کے ادھورے جملے کا مفہوم جانے بغیر بولتی چلی گئی۔

''افوہ بھئی، میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ چھوٹے میاں کے مقابلے میں مہناز کی عمر ذرا کم ہے۔'' بڑی بھابی رسان سے بولیں تو رابعہ نے دل ہی دل میں چھوٹے

www.urdupalace.com

بھیا اور مینو کی عمروں کا حساب لگا کر ایک بار پھر بڑی بھابی کا تھام لیا۔

''چھوٹے بھیا مجھ سے چھ سال بڑے ہیں اور مینو اب تئیس چوبیس کی تو ہوگی تو اتنا خاص فرق تو نہیں ہوا۔''

''اچھا، پہلے میں تمہارے بھائی سے بات کرلوں پھر تم.... اپنے ساس، سسر سے ان کا عندیہ لے لینا، باقی جو اللہ کی مرضی.....'' بھابی کی بات سن کر ایک گہرا اطمینان اس کے ذہن اور دل پر طاری ہوگیا۔

''آپ آج ہی بڑے بھیا سے بات کر لیجیے گا۔'' وہ جلدی سے بولی تو بھابی اس کے بے صبرے پن پر مسکرا دیں۔

بڑے بھیا نے سوچنے کے لیے دو دن کا وقت مانگا..... اماں نے بہت عرصے بعد کسی معاملے میں اپنی رائے دی اور اُن کے خیال میں چھوٹے بھیا کے لیے مینو کا انتخاب اس وقت کا بہترین فیصلہ تھا۔ چھوٹے بھیا سے پوچھا گیا تو وہ مسکرا کر خاموش ہوگئے اور جب اپنے گھر والوں کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد علی احمد اور طاہرہ بیگم سے بات کی تو وہ دونوں تو حیرت اور خوشی سے کچھ لمحوں کے لیے گم صم ہوگئے اور پھر تشکر کے جذبے نے ان کی آنکھیں نم کر دیں۔

☆☆☆

اپنے سے چند سال چھوٹی نند کو بیٹی کی طرح رخصت کر کے رابعہ کو پہلی بار ایسا لگا جیسے اس کی ذات سے وابستہ قرض کا ایک بڑا حصہ ادا ہوگیا ہو..... ایک بہت بڑا فرض اس قدر سہولت سے ادا ہوگیا جس کا گمان بھی نہیں تھا۔

''آپ کو پتا ہے آپ کی موٹی بہن دلہن بن کر کتنی پیاری لگ رہی تھی..... افوہ بھئی برا کیوں مان رہے ہیں موٹی ہے تو موٹی ہی کہوں گی ناں..... اور مجھے تو وہ پہلے دن سے ہی اسی لیے اچھی لگتی تھی گپلو، گپلو سی..... وہ تو آپ کی وجہ سے میں کبھی، کبھی اس سے چڑ جاتی تھی..... آپ کو بھی تو ہر بات کہنے کی اتنی جلدی تھی..... اگر آپ تھوڑا سا صبر کر لیتے تو میں اسے آپ سے بڑھ کر محبت دیتی مگر آپ کے ایک جملے نے ساری گڑ بڑ کر دی..... خیر چھوڑیں پرانی باتوں کو..... میں تو آپ کو یہ بتا رہی تھی کہ چھوٹے بھیا بھی بہت خوش لگ رہے تھے، آخر اتنے انتظار کے بعد بیچارے کی شادی کا نمبر جو آیا۔ ورنہ تینوں بھائیوں کی شادی تو ابا نے بہت کم عمر میں کر دی تھی اور چھوٹے بھیا تیس سال سے اوپر ہو جانے کے بعد بھی انتظار ہی کرتے رہے اگر میں اس روز بھابی کے سامنے مینو کا نام نہ لیتی..... اب اگر نو دس سال بڑے ہیں تو کیا ہوا دونوں کی جوڑی خوب جچ رہی تھی۔ دونوں بہت خوش

خود غرض

زندگی میں خود کو کبھی کسی انسان کا عادی مت بنانا کیونکہ انسان بہت خود غرض ہے..... جب آپ کو پسند کرتا ہے تو آپ کی برائی بھول جاتا ہے اور جب آپ سے نفرت کرتا ہے تو آپ کی اچھائی بھول جاتا ہے.....

نہر

دریا نے نہر سے پوچھا۔
''تجھے سمندر نہیں بننا؟''
نہر نے پیار سے کہا۔
''بڑا بن کر کھارا ہو جانے سے بہتر ہے چھوٹا رہ کر میٹھا رہا جائے.....''

مرسلہ: نگینہ ضیا بنگش، کراچی

کس سے مانگوں

خالق سے مانگنا دانش مندی ہے
اگر دے دے تو رحمت نہ دے تو حکمت
مخلوق سے مانگنا ذلت ہے
اگر دے، دے تو احسان اور نہ دے تو شرمندگی

مرسلہ: لاریب، ماہ زیب، چونیاں

www.urdupalace.com

تھے.....آپ بھی خوش ہیں ناں.....''

گرم سیال پلکوں کو بھگو کر تکیے میں جذب ہو گیا۔

اگلی صبح بہت خوب صورت تھی۔ دل کی بنجر پڑی زمین پر ایک ننھی سی کونپل پھوٹی تھی، خشک ہونٹوں کو مسکراہٹ کی نرمیوں نے چھوا تھا۔ علی احمد اور طاہرہ بیگم ابھی نہیں جاگے تھے۔ وہ پورے گھر میں بلا مقصد اِدھر اُدھر گھومتی رہی پھر واپس اپنے کمرے میں آ گئی، حذیفہ بے خبر سو رہا تھا۔ اس کے لبوں پر وہی مسکراہٹ تھی جو سوتے میں نفیس احمد کے لبوں پر ہوا کرتی تھی نے بہت آہستہ سے اس کی پیشانی چومی اور برابر میں لیٹ کر ایک بار پھر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

ایک مسئلہ حل ہوتا ہے تو وقت کی پٹاری سے کئی اور مسائل نکل آتے ہیں۔ مہناز فاطمہ بیاہ کر اپنے گھر چلی گئی تو پتا چلا کہ اس کے ہونے سے کتنی آسانیاں تھیں۔ اس نے پورے گھر کو جس طرح سنبھالا ہوا تھا اس کا اندازہ اس کے جانے کے بعد ہوا۔ اور اسی احساس کے زیرِ اثر علی احمد نے اپنی گوشہ نشینی کو خیر باد کہہ کر گھر کے چھوٹے، چھوٹے کاموں کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔ بازار سے روزمرہ کا سودا جو اس سے پہلے مینو محلے کے بچوں کو آوازیں دے کر منگوایا کرتی تھی، وہ خود جا کر لے آتے۔ حذیفہ چونکہ رابعہ کے واپس آنے سے پہلے اسکول سے آجاتا تھا تو وہ اس کے کپڑے تبدیل کروا کر اسے دودھ بسکٹ کھلا دیتے۔ طاہرہ بیگم تو اپنے گھٹنوں کے درد کی وجہ سے چلنے سے تقریباً معذور ہو گئی تھیں مگر ایک جگہ بیٹھے، بیٹھے وہ بھی حذیفہ کو ماں کی غیر موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیتیں۔ رابعہ کو اسکول سے آنے کے بعد گھر کے کاموں میں جت جانا مشکل نہیں لگتا تھا مگر علی احمد اور طاہرہ بیگم کی تنہائی کا خیال اسے پریشان رکھتا اور جب بڑی بھابی کے سامنے اس نے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا تو ہمیشہ کی طرح ان کے پاس اس کا بہت آسان حل موجود تھا۔

''دیکھو بھئی ہم تو خود آج کل بہت پریشان ہیں، اتنی بڑی فیملی کے لیے اب ہمارا گھر چھوٹا پڑنے لگا ہے تو تمہارے بھائی سوچ رہے ہیں کہ ہم اماں کو لے کر کسی دوسرے گھر میں شفٹ ہو جائیں۔ چھوٹے میاں اور مینو بھی ہمارے ساتھ رہیں تو اب تمہاری پریشانی کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ ہم تمہارے قریب کوئی گھر دیکھ لیتے ہیں اس طرح تمہاری غیر موجودگی میں کوئی نہ کوئی تمہارے گھر کا چکر لگا لیا کرے گا۔''

''اور اگر چھوٹے بھیا اور مینو ہمارے ساتھ آ کر رہ لیں؟'' رابعہ نے ڈرتے، ڈرتے تجویز دی۔

''نہیں، یہ نہیں ہو سکتا چھوٹے میاں کبھی گھر داماد بننے پر رضامند نہیں ہوں گے۔'' بڑی بھابی نے ٹھیک ہی کہا تھا چھوٹے بھیا، رابعہ اور علی احمد کے بے حد اصرار کے باوجود اُن کے گھر آ کر رہنے پر آمادہ نہیں ہوئے مگر انہیں اگلی گلی میں کرائے کا گھر ضرور مل گیا تھا جہاں وہ بڑے بھیا کی فیملی اور اماں کے ساتھ شفٹ ہو گئے۔ باقی دونوں بھائیوں کی بیویاں چونکہ آپس میں سگی بہنیں تھیں لہٰذا انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔

☆☆☆

رابعہ نفیس نے زندگی کو اس طرح جیا جیسے جینے کا حق انہیں ربِ کائنات نے عطا کیا تھا۔

اپنی پچاس سالہ زندگی میں وہ تابعداری، خدمت، ایمانداری اور صبر و شکر کے تمام تر اصولوں پر اس طرح عمل پیرا رہیں کہ دشمن بھی اُن کی طرف انگلی اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے مگر وہ چار سال جو انہوں نے نفیس احمد کی سنگت میں گزارے اس کا دکھ وہ گزشتہ پچیس سالوں سے سینے سے لگائے ہوئے تھیں۔ اس دکھ کے ازالے کے لیے انہوں نے کیا، کیا نہ کیا مگر ایک گرہ تھی جو ابھی کھلنی باقی تھی اور اس کے لیے انہوں نے اپنے ذہن کو تیار کر لیا تھا۔ سارے الفاظ ترتیب دے لیے تھے، بس وقت کا انتظار تھا۔ وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئیں تو بہت مطمئن تھیں۔ تمام انتظامات

www.urdupalace.com

ان کی مرضی کے عین مطابق ہوئے تھے، کل اُن کے اکلوتے بیٹے کی شادی تھی اور وہ چاہتی تھیں کہ سادگی کے باوجود اُن کے بیٹے کی عزت اور وقار میں کوئی کمی نہ آنے پائے..... وہ بیٹا جو اُن کی پچیس سال کی جدوجہد کے نتیجے میں اس بلند مقام پر فائز تھا کہ لوگوں کی رشک بھری نظریں اسے ایک بار دیکھنے کے بعد جھک جاتی تھیں کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔

ہلکی سی آہٹ ہوئی تو انہوں نے مڑ کر دیکھا۔

''آؤ حذیفہ، میں تو خود تمہیں بلانے والی تھی۔'' ممتا کے نور نے ان کے خوب صورت چہرے کو کچھ اور روشن کر دیا تھا۔

''میں نے سوچا کل تو میں بیگم کو پیارا ہو جاؤں گا تو کچھ وقت اپنی پیاری ماں کے پاس گزار لوں۔'' حذیفہ نے ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹتے ہوئے کہا اس کے انداز میں ہلکی سی شرارت تھی۔

''تو کیا بیگم کو پیارا ہونے کے بعد ماں کو بھول جاؤ گے؟'' انہوں نے اس کے خوب صورت بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اسی کے لہجے میں سوال کیا۔

''کوئی بھلا اپنی ماں کو بھول سکتا ہے اور پھر ماں بھی آپ جیسی جس نے اپنی ساری زندگی اپنی اولاد کے لیے وقف کر دی، نہ دن کو دن جانا، نہ رات کو رات سمجھا، نہ صرف میرے لیے بلکہ دادا اور دادی کے لیے بھی، آپ نے جس طرح اُن کا خیال رکھا اس طرح تو اگر پاپا بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی نہیں رکھ پاتے، آپ جیسا تو دنیا میں مشکل ہی سے کوئی دوسرا ملے اماں آپ کی عظمت.....''

''بس..... بس اب میری تعریفوں کا سلسلہ یہیں پر روک دو اور میری بات بہت دھیان سے سنو، میں نے جو کچھ بھی کیا اپنے لیے کیا..... اپنی دنیا اور اپنی آخرت کے لیے، اب تمہیں میرے لیے کیا کرنا ہے وہ میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں اور تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا کہ تم میرے کہے پر عمل کرو گے۔'' رابعہ کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ حذیفہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''جی اماں آپ حکم کریں.....'' اس نے ماں کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

''بس میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے جو محبت اور احساسات ہیں اُن کا اظہار تم اپنی نئی نویلی دلہن کے سامنے نہیں کرو گے کیونکہ جب کوئی لڑکی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر کسی نئے گھر میں قدم رکھتی ہے تو اس کی وجہ صرف ایک ہستی ہوتی ہے جس سے مذہب اور قانون نے اس کا رشتہ جوڑا ہوتا ہے۔ باقی سب رشتے وقت اور حالات کے تحت بنتے ہیں اگر وقت سے پہلے ان رشتوں کو منوانے کی کوشش کی جائے تو وہ پہلا رشتہ بھی..... بے اعتباری کی زد میں آجاتا ہے۔ یاد رکھنا محبت کا یقین دلانے سے پہلے ایک عورت کو تحفظ کا یقین دلانا ضروری ہوتا ہے اور ایک بار تحفظ کا یقین آجائے تو تو محبت خود اپنی جگہ بنا لیتی ہے، اپنی اہمیت کا احساس ہونے پر ہی دوسروں کی اہمیت کی پہچان ہوتی ہے۔ کسی کی خوبیوں کا احساس دلانے کے لیے الفاظ کی ضرورت نہیں پڑتی، کچھ عرصے ساتھ رہنے کے بعد ہر خوبی اور خامی خود بخود عیاں ہو جاتی ہے تم اپنی شریکِ زندگی کو یہ وقت ضرور دینا تاکہ وہ خود میری حیثیت کو پہچانے بجائے اس کے کہ میرا وجود تم دونوں کے درمیان ایک ان دیکھی دیوار کی طرح حائل ہو جائے۔'' وہ خاموش ہو گئیں۔

حذیفہ کی عقیدت بھری نظروں سے اُن کی نظر ملی تو وہ دھیرے سے مسکرائیں اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر ذرا دور ہٹ گئیں۔

''بس اب جاؤ.....'' حذیفہ نے سعادت مندی سے سر ہلایا اور باہر نکل کر آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔

''نفیس احمد میں نے آپ کے بیٹے کو اس غلطی کے کرنے سے بچا لیا جو آپ سے ہوئی تھی..... ٹھیک کیا ناں.....'' آج انہوں نے جواب کا انتظار نہیں کیا، ان کا دل مطمئن تھا، ان کی روح ہر بوجھ سے آزاد ہو چکی تھی۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com